

13363 - اپنے ملك كى بجائے وہ یورپی ممالك میں دین پر زیادہ عمل کر سکتا ہے، تو کیا اس پر ہجرت کرنا لازم ہے؟

سوال

میں ایک مغربی ملك میں سکونت پذیر ہوں، اور الحمد للہ بغیر کسی تنگی اور رکاوٹ کے دینی احکام پر عمل کر سکتا ہوں، میں نے آپ کی ویب سائٹ پر کچھ احادیث کا مطالعہ کیا ہے جو کفار کے درمیان بود و باش اختیار کرنے اور کفار ممالك میں رہنے سے منع کرتی ہیں۔

اب میں بہت زیادہ حیران و پریشان ہوں کہ آیا میں اپنے ملك واپس پلٹ جاؤں یا اسی ملك میں باقی رہوں، یہ علم میں رہے کہ اگر میں اپنے ملك واپس جاؤں تو دینی احکام پر عمل کرنے کی بنا پر مجھے بہت سی تنگی اور رکاوٹوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا ہوگا، اور میں وہاں عبادت کرنے میں اتنی آزادی حاصل نہیں کرسکوں گا جتنی یہاں مجھے حاصل ہے۔

میری گزارش ہے کہ میرے سوال کا جواب عنایت فرمائیں اور اس ملك میں رہنے کا حکم بیان کریں، خاص کر اب تو مسلمان ملك بھی کسی دوسرے ملك سے مختلف نہیں رہے، جہاں دینی شعائر کا التزام کیا جاتا ہو؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ۔

اصل بات تو یہی ہے کہ مسلمان شخص کے لیے مشرکوں اور کافروں کے درمیان رہنا جائز نہیں، اس حکم پر بہت سی قرآنی آیات اور احادیث بھی دلالت کرتی ہیں، اور صحیح نظر بھی اسی کی غماز ہے:

کتاب اللہ سے دلائل:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

{جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟

یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟

یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ پہنچنے کی بہت بری جگہ ہے { النساء (97) }۔

سنت نبویہ سے دلیل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے"

سنن ابو داود حدیث نمبر (2645) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح ابو داود میں صحیح کہا ہے۔

اور صحیح نظر اور غور کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

مشرکوں اور کافروں کے مابین رہنے والا مسلمان شخص بہت سے اسلامی شعائر اور ظاہری عبادات پر عمل پیرا نہیں ہو سکتا، اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنے آپ کو فتنہ و فساد کے سامنے بھی پیش کرنا پڑے گا، کیونکہ ان ممالک میں جو فحاشی اور بے حیائی و بے پردگی ظاہر ہے اور ان ممالک کا قانون اس فحاشی اور بدکاری کا محافظ بھی ہے، تو مسلمان کو کوئی حق نہیں اور نہ ہی اس کے شایان شان ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح کے فتنوں اور آزمائشوں میں ڈالے۔

یہ تو اس وقت ہے جب ہم کتاب اللہ اور سنت نبویہ کے دلائل کی طرف نظر دوڑائیں اور اسلام اور کفار ممالک کی جانب نظر نہ دوڑائیں، لیکن اگر ہم اسلامی ممالک کی طرف فی الواقع نظر دوڑائیں تو ہم سائل کے قول (اور خاص کر اسلامی ممالک بھی اسلامی احکام کا التزام کرنے میں دوسرے ممالک سے بہت زیادہ مختلف نہیں رہے) کی موافقت نہیں کرتے، کیونکہ یہ عمومی طور پر کہنا صحیح نہیں، کیونکہ ساری اسلامی حکومتیں شریعت اسلامیہ کے احکام لاگو کرنے اور اس کا التزام کرنے میں ایک جیسی نہیں، بلکہ ان میں فرق ہے، بلکہ ایک ہی ملک کے اندر علاقوں اور شہروں کے اعتبار سے اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور پھر سارے کفار ممالک بھی فحاشی و عریانی اور بے حیائی اور اخلاقی طور پر ایک جیسے نہیں، بلکہ وہ بھی اس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

لہذا اسلامی ممالک کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا، اور کفریہ ممالک کا بھی ایک دوسرے سے مختلف ہونے کو دیکھتے ہوئے۔

اور پھر اسے بھی مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہر مسلمان شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ کسی بھی اسلامی ملک میں جا کر رہائش اختیار کر لے کیونکہ ویزوں اور اقامہ وغیرہ کے سخت قوانین پائے جاتے ہیں،

اور اسے بھی مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہو سکتا ہے مسلمان شخص کچھ اسلامی ممالک میں اس طرح دینی معاملات اور احکام پر عمل نہ کر سکتا ہو جس طرح وہ بعض یورپی اور کفریہ ممالک میں بعض اسلامی شعائر یا سارے اسلامی

شعائر پر عمل کر سکتا ہے۔

یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اب ایک عام حکم صادر کرنا اور ایسا حکم لگانا جو سب ممالک اور سب اشخاص کے لیے عام ہو ایسا حکم مشکل ہے، بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے:

ہر مسلمان شخص کی حالت خاص ہے، اور اس کے لیے حکم بھی خاص ہو گا، اور ہر آدمی اپنے آپ کا محاسبہ کرے، اگر تو اس کے لیے ان اسلامی ممالک میں جہاں وہ رہ سکتا ہے دین پر عمل کرنا کفار ممالک سے زیادہ آسان اور ممکن ہے تو پھر اس کے لیے کفریہ ممالک میں رہنا جائز نہیں ہے۔

اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی وہ اسلامی ملک کی بجائے کفریہ ملک میں زیادہ آسانی سے دین پر عمل کر سکتا ہے تو پھر ایک شرط کے ساتھ اسے کفریہ ملک میں رہنا جائز ہو گا: کہ اسے اپنے آپ پر اتنا کنٹرول ہو کہ وہ وہاں پائی جانے والی بے حیائی اور فحاشی و بدکاری اور فتنوں سے شرعی وسائل کے ساتھ محفوظ رہ سکے۔

اس کی تائید میں ہم اہل علم کے اقوال درج کرتے ہیں:

اس مسئلہ کی متعلق شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ ممالک کے مختلف ہونے کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مسئلہ سب سے مشکل مسائل میں سے ہے، اور اس لیے بھی کہ کفار کے ممالک میں بسنے والے بعض مسلمان اگر اپنے ممالک واپس جائیں تو انہیں تنگ کیا جائے گا اور انہیں سزائیں دی جائیں گی اور ان کے دین میں انہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا، جبکہ وہ کفریہ ممالک میں اس سے امن میں ہیں۔

پھر اگر ہم انہیں یہ کہیں کہ: کفار کے درمیان تمہارا رہنا حرام ہے، تو پھر وہ کونسا اسلامی ملک ہے جو انہیں قبول کرے اور ان کا استقبال کرے، اور انہیں اپنے ملک میں بسنے کی اجازت دے؟!

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی کلام کا معنی یہی ہے۔

زکریا انصاری شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "اسنی المطالب" میں کہتے ہیں:

اگر دین کا اظہار کرنے سے عاجز ہو تو استطاعت رکھنے والے پر دار کفر سے دار اسلام کی طرف ہجرت کرنی واجب ہے۔ اھ

دیکھیں: اسنی المطالب (4 / 207)۔

اور ابن عربی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

دار الحرب سے نکل کر دار الاسلام جانے کو ہجرت کہا جاتا ہے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فرض تھی، ان کے بعد بھی ہر اس شخص کے لیے جاری ہے جو اپنے نفس کا خطرہ محسوس کرے۔ اھ

ماخوذ از: نیل الاوطار (8 / 33)۔

اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:

"میں مشرکوں کے درمیان رہنے والے ہر مسلمان شخص سے بری ہوں"

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

اسے اس پر محمول کیا جائے گا جو اپنے دین کے متعلق خوفزدہ ہو۔ اھ

دیکھیں: فتح الباری شرح حدیث نمبر (2825)۔

اور الموسوعة الفقهية میں ہے:

دار الحرب ہر وہ جگہ اور ٹکڑا ہے جس میں کفریہ احکام ظاہر ہوں۔

دارالحرب کے متعلقہ احکام میں ہجرت بھی شامل ہے:

فقہاء کرام نے دارالحرب سے ہجرت کے معاملہ میں لوگوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم:

جس پر ہجرت واجب ہے:

یہ وہ شخص ہے جو ہجرت کرنے پر قادر ہو، اور دارالحرب میں رہتے ہوئے اپنے دین کو ظاہر نہ کر سکتا ہو، اور اگر یہ عورت ہو اور اس کا کوئی محرم نہ ہو تو اگر وہ راستہ کو اپنے لیے پرامن سمجھے اور خطرہ نہ محسوس کرتی ہو، یا راستے میں دارالحرب میں رہنے سے کم خطرہ ہو...

دوسری قسم:

جس پر ہجرت نہیں ہے:

وہ شخص جو ہجرت کرنے سے عاجز ہو، یا تو بیماری کی بنا پر، یا پھر دار الکفر میں رہائش رکھنے پر مجبور کیا گیا ہو، یا کمزور ہو مثلاً عورتوں اور بچوں کی طرح، کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

مگر کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو حیلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، اور نہ ہی وہ کوئی راہ پاتے ہیں۔

تیسری قسم:

جس کے لیے ہجرت کرنی جائز ہے واجب نہیں:

یہ وہ شخص ہے جو ہجرت کرنے پر قادر ہے اور دارالحرب میں دینی شعائر کا اظہار بھی کرسکتا ہے، تو ایسے شخص کے لیے ہجرت کرنی جائز اور مستحب ہے تا کہ وہ جہاد کر سکے، اور مسلمانوں کی تعداد میں کثرت کا باعث بنے۔ اھ

اختصار کے ساتھ

دیکھیں: الموسوعة الفقهية (20 / 206)

اور مستقل فتویٰ کمیٹی کے فتاویٰ جات میں ہے:

اور مسلمان کے لیے ایک شرکیہ ملک سے دوسرے شرکیہ ملک کی طرف ہجرت کرنا بھی کم شر کا باعث ہو گی، جیسا کہ بعض مسلمانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اھ

دیکھیں: فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلیمة والافتاء (12 / 50)۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح فرمائے اور ان کے حالات درست فرمائے۔

واللہ اعلم .